21

تحریک جدید کے چندہ کی ادائیگی میں سُستی اور غفلت کو ترک کر دیں

(فرمودہ 2 اگست 1940ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"میں نے متواتر جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچنے والا وہی نیک کام ہؤا کرتا ہے جو استقلال کے ساتھ کیا جائے اور جس کے کرنے سے کرنے والے کے ایمان میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی کام کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب نہ دیا جائے۔ معمولی غیرت والا کوئی شریف انسان بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ دوسرے انسان کے احسان کے نیچے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہے کہ بندہ اس پر احسان کرتا جائے اور وہ خاموش بیٹھا رہے۔ وہ ضرور اس کا بدلہ دیتا ہے۔ ہاں اس کا بدلہ ہر شخص کے حال کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ [1] یعنی ہم امداد کرتے ہیں، مدد دیتے ہیں، نصرت اور تائید کرتے ہیں ہر ایک کی۔ کافر کی مدد کرتے ہیں کافر کے رنگ میں اور مومن کی مومن کے رنگ میں۔ کافر چونکہ جتنے کام کرتا ہے دنیا کی خاطر کرتا ہے اس لئے ہم اسے دنیا دیتے ہیں اور ایک سچا مومن چونکہ جو کام کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے کرتا ہے اس لئے ہم اس کے بدلہ میں

اسے ایمان دیتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم مدد تو کرتے ہیں کافر کی بھی اور مومن کی بھی مگر دونوں کی مدد کے رنگ علیحدہ علیحدہ ہیں۔

بعض دفعہ کمزور اور جاہل مومن بھی یہ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ کافروں کو اتنا مال کیوں ملتا ہے؟ ان کو یہ پتہ نہیں کہ یہ مال ان کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ تا وہ آزمائش میں اور امتحان میں کچے ثابت ہوں اور پھر خدا تعالیٰ کا غضب ان پر بھڑک اٹھے۔ بعض نیکی کے کام جو مومن کرتے ہیں وہ کافر بھی کرتے ہیں مثلاً کافر بھی سچ بولتے ہیں، کافر بھی خیرات کرتے ہیں، دوسروں کے لئے قربانیاں کرتے ہیں، غرباء کی تعلیم میں امداد کرتے ہیں، یتیموں اور بیواؤں کے کام آتے ہیں مگر ان میں سے ہر ایک کام وہ اس لئے کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو دنیوی بدلہ ملے۔ اور اللہ تعالیٰ کا چونکہ وعدہ ہے کہ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ یعنی ہم نے بہر حال کسی کے نیک کام کو ضائع نہیں کرنا اس لئے ہم ہر ایک کو اس کے رنگ میں بدلہ دیتے ہیں۔ کافر چونکہ دنیا کے لئے کرتا ہے اس لئے اس کے عوض ہم اسے دنیا دیتے ہیں لیکن مومن چونکہ خدا تعالیٰ کے لئے کرتا ہے اس لئے اس کو ہم ایماناً زیادہ کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں اس کے ایمان میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ مومن کو دنیا ملتی ہی نہیں۔ ملتی ہے مگر وہ زائد انعام کے طور پر ملتی ہے۔ وہ اس کے کام کا طبعی نتیجہ نہیں ہوتا۔ کافر اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس لئے کہ اسے دنیوی طور پر ترقی ملے اور اس لئے یہ اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ عیسائیوں کے متعلق تو مجھے زیادہ تجربہ نہیں مگر ہندوؤں میں سے بیسیوں کے ساتھ اس قسم کے تعلقات ہیں وہ دعا کے لئے کہتے رہتے ہیں مگر ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ دعا کریں ہماری فلاں تجارت میں ترقی ہو جائے، مال بڑھ جائے یا بعض ایسی دعائیں جن کا نتیجہ یہ ہو کہ مال بڑھ جائے۔ ایسے ہی لوگوں کو مد نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ یعنی ہم ان کی بھی مدد کرتے ہیں اور اسی رنگ میں مدد کرتے ہیں جس رنگ میں وہ نیک کام کرتے ہیں مگر مومن کی حالت اس سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ نیکی اس لئے نہیں کرتا کہ اس کا مال بڑھ جائے، وہ نماز اس لئے نہیں پڑھتا، روزہ اس لئے نہیں رکھتا کہ تجارت میں ترقی ہو، زکوٰۃ اس لئے نہیں دیتا کہ اس کا کاروبار بڑھ جائے بلکہ جو نیکی بھی کرتا ہے اس لئے کہ

خدا تعالیٰ اسے مل جائے اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ اسے مل جاتا ہے۔ بے شک اسے دنیوی انعامات بھی ملتے ہیں مگر وہ زائد انعام کے طور پر ہوتے ہیں۔ صحابہؓ نے جو عبادتیں کیں، جو نمازیں پڑھیں، روزے رکھے یا جہاد کیا وہ اس لئے نہیں کیا تھا کہ دنیا کا مال وزر حاصل ہو جائے بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا نام دنیا میں قائم ہو اور ان کا خدا ان سے راضی ہو اور یہ چیز اُن کو حاصل ہو گئی۔ دنیا بھی ان کو ملی مگر وہ ایک زائد انعام کے طور پر تھی ان کی نیکیوں کا بدلہ نہ تھا۔ تو مومن جو کام کرتا ہے وہ خدا کے لئے کرتا ہے لیکن کافر دنیا کے لئے کرتا ہے۔

پس مومن کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس نے جو نیکی کی ہے اس کے نتیجہ میں اس کا ایمان بڑھتا ہے یا نہیں۔ اگر تو ایمان میں زیادتی ہو اور مزید نیکی کی توفیق ملے تو سمجھ لے کہ اس کی قربانی قبول ہو چکی ہے ورنہ نہیں اور اس کی قربانی صحیح معنوں میں قربانی نہیں تھی۔ اگر وہ دیکھے کہ کل جس بشاشت سے اس نے چندہ دیا تھا وہ آج نہیں ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ کل اس نے جو قربانی کی تھی وہ ناقص تھی اور اللہ تعالیٰ نے نور ایمان اس سے چھین لیا ہے۔ اگر اس کی آج کی نماز کل سے بہتر نہیں، آج کا روزہ کل سے بہتر نہیں، آج کی زکوٰۃ کل سے بہتر نہیں۔ تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کی پہلی عبادت میں نقص تھا کیونکہ مومن جو نیکی کرتا ہے وہ خدا کے لئے کرتا ہے اور اس کے بدلہ میں اسے خدا ملنا چاہیئے اور خدا کے ملنے کے یہ معنے ہیں کہ اس کی عبادت میں ترقی ہو۔ وہ نیکی اور قربانی میں اور بڑھے۔ مومن جو کام خدا کے لئے کرتا ہے اس کے نتیجہ میں خدا اس کے ایمان کو بڑھاتا ہے اور زیادہ نیک اعمال کی توفیق اسے دیتا ہے۔ اگر اس کی آج کی عبادت اور نیکی مقبول ہوئی ہے تو لازماً کل اسے پھر توفیق ملے گی اور اس کی کل کی نیکی اور عبادت آج سے اچھی ہو گی اور پرسوں کی کل سے بہتر ہو گی اور چوتھے دن کی تیسرے دن سے اچھی ہو گی اور اسی کا نام استقلال ہے۔ استقلال ایمان کا جزو ہے اور اس کا لازمی حصہ ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی مومن صحیح معنوں میں قربانی کرے اور پھر اسے مزید نیکی کی توفیق نہ ملے۔ دراصل استقلال نام ہے نیک عمل کے مقبول ہونے کا اور جسے استقلال حاصل نہیں ہوتا اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی نیکی مقبول نہیں ہوئی ورنہ اسے زیادہ نیکی کی توفیق ضرور ملتی۔ پھر مومن کو نیک عمل میں لذت حاصل ہوتی ہے اور اس لئے وہ ایک نیک عمل

کے بعد دوسرے کا موقع ملنے کا منتظر رہتا ہے اور تیار رہتا ہے کہ جب موقع آئے فوراً اسے ادا کرے۔ مثلاً آموں کا موسم آتا ہے تو غریب سے غریب انسان بھی اپنی حیثیت کے مطابق اس سے لذت اندوز ہوتا ہے حتّٰی کہ جن غریبوں کے پاس پیسے نہیں ہوتے وہ وہی اٹھا کر کھا لیتے ہیں جو دکاندار گلے سڑے ہونے کی وجہ سے گلیوں میں پھینک دیتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ غرباء کے بچے دوسروں کے چُوسے ہوئے آموں کی گٹھلیاں اٹھا کر چوسنے لگتے ہیں۔ گویا موسم آتے ہی خود بخود آم کھانے کا شوق دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کو کون کہنے جاتا ہے کہ موسم آگیا ہے آم خرید و اور کھاؤ بلکہ موسم شروع ہوتے ہی لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ معلوم نہیں آم کب تک آئیں۔ ان کو کسی کی طرف سے تحریک کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ خود بخود تحریک پیدا ہوتی ہے۔ یہی حال خربوزوں کا ہے۔ پہلے ہی لوگ دریافت کرنے لگتے ہیں کہ خربوزے ابھی پکے ہیں یا نہیں؟ بے موسم کے آم، خربوزے اور ترکاریاں ہمیشہ زیادہ قیمت پاتی ہیں اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ لوگ چونکہ خریدنے کے لئے اپنے اندر ایک تحریک پاتے ہیں اس لئے جن کی فصل کچھ پہلے تیار ہو جاتی ہے لوگ اسے خریدنے کے لئے دوڑتے ہیں اس لئے اس کی قیمت زیادہ دینی پڑتی ہے۔ پس جس چیز کی لذت سے انسان آشنا ہو اس کے لئے کسی دوسرے کو کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لوگ خود بخود اس کے انتظار میں رہتے ہیں کہ وقت آئے تو پہلا موقع جو ملے اس پر اسے حاصل کر لیں۔ یہی حال نیکی کا ہے اگر مومن اس کی لذت سے آشنا ہو تو وہ کسی بیرونی تحریک کے بغیر اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اصل ایمان وہی ہے کہ جس میں انسان کسی کی یاددہانی کے بغیر نیکی کے کام کرتا ہے اور پھر اس نیکی کے مقبول ہونے کی علامت یہی ہے کہ اور نیکیوں کی توفیق اسے ملے اور نیکی کرنے میں اسے لذت حاصل ہو۔ یہ ایک ایسا معیار ہے جس کے مطابق ہر انسان اپنے ایمان کی آزمائش نہایت آسانی سے کر سکتا ہے۔ بیسیوں لوگ ہیں جو اپنے ایمان کی آزمائش سے غافل رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دن بے ایمان ہو جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں لگتا کہ کیا ہؤا حالانکہ اگر وہ روزانہ آزمائش کرتے رہتے تو ہلاکت سے بچ جاتے۔ اس طریق پر ہر شخص اپنے ایمان کی آزمائش روزانہ کر سکتا ہے اور پتہ لگا سکتا ہے کہ وہ ایمان میں ترقی کر رہا ہے یا نیچے گر رہا ہے۔ اگر

وہ دیکھے کہ مستقل طور پر وہ ایمانی لذت اور نیکی کی بشاشت سے محروم ہو رہا ہے تو اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے۔ ایک عارضی کیفیت ہوتی ہے جو ہر مومن پر کسی نہ کسی وقت وارد ہوتی ہے۔ صحابہؓ نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ جب ہم آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو ہمارے ایمان تیز ہو جاتے ہیں مگر جب باہر جاتے ہیں تو یہ کیفیت نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر وقت دوزخ تمہاری نظروں کے سامنے رہے تو مر نہ جاؤ۔2 پس یہ عارضی غفلت اور ہے۔ کسی نہ کسی وقت آدمی کا دل آرام کرنے کو بھی چاہتا ہے۔ کسی وقت وہ چاہتا ہے کہ اپنے بیوی بچوں میں بیٹھ کر باتیں کرے۔ یہ اور بات ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے برسات کے موسم میں غریب سے غریب لوگ بھی کبھی نہ کبھی پکوڑے پکا لیتے ہیں مگر اسے کھانے میں عیاشی نہیں کہا جا سکتا۔ کوئی شخص ان کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بڑے عیاش ہیں۔ فلاں دن بارش ہو رہی تھی اور ان کے گھر میں پوڑے پک رہے تھے۔ یہ عیاشی نہیں عیاشی وہ ہے کہ انسان صبح اٹھتے ہی کھانے پینے میں لگ جائے اور شام تک اسی شوق میں لگا رہے۔ کسی نہ کسی غریب کا پکوڑے، پراٹھے یا چاول وغیرہ پکا لینا عیاشی میں داخل نہیں۔ یہ تو غذا کا تنوّع ہے جس سے صحت اچھی رہتی ہے۔ یہی بات دینیات اور روحانیات میں ہے۔ بالکل ہی غافل ہو جانا عیاشی ہے مگر کسی وقت اگر آدمی چاہے کہ آرام کرے یا بیوی بچوں میں بیٹھ کر باتیں کرے تو یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے کبھی کوئی غریب آدمی پوڑے یا پراٹھے پکا لے۔ جس طرح وہ عیاشی نہیں اسی طرح یہ بھی غفلت نہیں کہلا سکتی۔ غفلت وہ ہے کہ دل پر ان چیزوں کی محبت غالب ہو جائے اور دین کی محبت اور لذت دل میں نہ رہے۔ جیسے کھانے میں عیاشی اس کا نام ہے کہ انسان ہر وقت کھانے پینے کے اہتمام میں لگا رہے اور اپنے آپ کو کھانے میں ہی مقروض کر لے۔ کبھی سال میں دو چار بار اچھی چیز پکا کر کھا لینا یا عید کے موقع پر کوئی کپڑا بنا لینا عیاشی نہیں کہلا سکتی۔ اسی طرح کبھی آرام کی طرف مائل ہو جانا دین میں سستی نہیں کہلا سکتی۔ قبض کی حالت بھی مومنوں پر آتی ہے اور یہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے مگر دینی کاموں میں بحیثیت مجموعی سستی اور غفلت کا پیدا ہو جانا ایسی بات ہے جس کا آسانی سے پتہ لگ سکتا ہے اور انسان معلوم کر سکتا ہے کہ اس کے ایمان کا درجہ کیا ہے۔

یہ تمہید میں نے اس لئے بیان کی ہے کہ تحریک جدید کے اس سال کے اعلان پر آٹھ ماہ گزر چکے ہیں مگر مجھے افسوس ہے کہ ابھی اس سال کی نصف رقم وصول نہیں ہوئی۔ ابھی آتے وقت مجھے ایک فہرست دی گئی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں جن کے احمدیوں کی مجموعی تعداد 6، 7 ہزار سے زیادہ نہ ہو گی ستر کے قریب ایسی ہیں کہ جن کی طرف سے ابھی کوئی پیسہ بھی وصول نہیں ہؤا۔ یہ جماعتیں بہت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ بعض میں چھ سات سے زیادہ احمدی نہیں اور بعض دور دراز گوشوں میں ہیں۔ ان کی طرف سے ابھی ایک پیسہ بھی وصول نہیں ہؤا۔ پھر ایک خاصی تعداد ایسی ہے جن کی وصولی 33 فیصدی سے زیادہ نہیں یعنی ان میں سے کسی کی وصولی دس فیصدی ہے، کسی کی بارہ فیصدی، کسی کی بیس، کسی کی تیس اور کسی کی 33 فیصدی۔ پھر بعض وہ ہیں جن کا 33 سے پچاس فیصدی کے درمیان چندہ وصول ہؤا ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا پچاس سے ستر فیصدی تک اور بہت تھوڑی جماعتیں ایسی ہیں جن کو قریباً سارا یا بہت سا حصہ وصول ہو چکا ہے۔ حالانکہ میں نے بار بار توجہ دلائی ہے کہ جو لوگ ادا نہیں کر سکتے وہ اپنے نام نہ لکھوائیں۔ ایسے لوگ جماعت کی ترقی کا موجب نہیں ہوتے بلکہ نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ مومن کے وعدے پر اعتبار کر لیا جاتا ہے اور وعدوں کی مجموعی رقم کے مطابق پروگرام بنا لیا جاتا ہے لیکن اگر ان میں سے کچھ وعدے پورے نہ ہوں تو نقصان لازمی ہے۔ فرض کرو دس آدمی وعدہ کرتے ہیں اور ان کے وعدے کے مطابق پروگرام بنا لیا جاتا ہے اب اگر ان میں سے چار اپنا وعدہ پورا نہ کریں تو اس کام کو جو نقصان پہنچے گا اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہو گا جنہوں نے دھوکا دیا۔ اگر وہ نام نہ لکھواتے تو سلسلہ مقروض نہ ہوتا۔ سلسلہ نے ان کو ایماندار سمجھا اور ان کے وعدوں پر اعتبار کیا مگر دراصل وہ بے ایمان تھے اور دھوکا دینے والے تھے اس لئے سلسلہ کو مقروض ہونا پڑا۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ ثواب اس سے نہیں کہ آدمی اپنا نام لکھوا دے بلکہ یہ تو عذاب حاصل کرنے کا طریق ہے۔اس سے جتنا بوجھ سلسلہ پر پڑے گا اس کا عذاب انہی لوگوں پر ہو گا جو نام لکھوا دیتے ہیں مگر وعدہ پورا نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے وعدہ پورا نہ کرنے کی وجہ سے بدنامی ساری جماعت کی

ہوتی ہے مگر خدا تعالیٰ کے ہاں اس کا عذاب صرف ان لوگوں پر ہے جنہوں نے نام تو لکھوا لئے مگر وعدے پورے نہ کئے۔ انہوں نے لوگوں میں جھوٹی عزت تو حاصل کر لی مگر خدا تعالیٰ کی لعنت کے مورد ہو گئے۔ میں نے اس امر کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے مگر پھر بھی میں دیکھتا ہوں کہ ایک طبقہ ایسا ہے جو اس روش سے باز نہیں آتا۔ وہ نام تو لکھوا دیتے ہیں مگر وعدوں کو پورا نہیں کرتے اور ادا کرنے میں غافل رہتے ہیں۔ ان کا یہ فعل ہرگز مستحسن نہیں بلکہ صریح خسران کا موجب ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی انسان اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کاٹ دے۔ دشمن اگر کسی کی ناک کاٹ دے تو یہ بھی بری بات ہے اور جب وہ گزرے تو لوگ کہتے ہیں کہ نکٹا جا رہا ہے مگر یہ لوگ تو ایسے ہیں کہ جیسے کوئی اُسترا لے کر اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کاٹ دے اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص بالکل دیوانہ یا فاترالعقل ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جس چندہ میں پابندی کی کوئی شرط نہیں اس میں جو شخص اپنی مرضی سے پہلے نام لکھواتا ہے اور پھر عدم ادائیگی سے جماعت کو ذلیل کرتا ہے وہ بھی ویسا ہی دیوانہ اور فاترالعقل ہے جیسے اُسترا لے کر اپنی ناک خود کاٹنے والا۔ میں نے بارہا کہا ہے کہ اس چندہ میں وعدے صرف وہی لوگ لکھوائیں جو خدا تعالیٰ کے دربار میں سَابِقُوْن میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ لوگوں میں جھوٹی عزت حاصل کرنے کے شائق نام نہ لکھوائیں مگر میں نے دیکھا ہے کہ پھر کئی لوگ یونہی نام لکھوا دیتے ہیں۔ کوئی شخص یہ خیال کرے کہ اسے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچے اور وہ خدا تعالیٰ کا مقرب بھی ہو جائے یہ ناممکن ہے۔ قربانی کے بغیر اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہونا ناممکن ہے۔

اس وقت جنگ ہو رہی ہے دیکھو ہزاروں لوگ جنگ میں قربانیاں کر رہے ہیں۔ آجکل جنگ کا وہ طریق نہیں رہا کہ تلوار ہاتھ میں لے کر ایک بہادر میدان میں نکل آتا تھا کہ آئے کون میرے مقابلہ پر آتا ہے۔ آج تو یہ حالت ہے کہ لوگ آرام سے گھروں میں بیٹھے ہوتے ہیں کسی کو علم بھی نہیں ہوتا اور اوپر سے ایک بم گرتا ہے اور کئی لوگ وہیں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ نہ کسی کو مقابلے کا موقع ملتا ہے، نہ کوئی روک پیدا کر سکتا ہے۔ دل کے ارمان اور حوصلے نکالنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی مگر باوجود ایسے خطرات کی حالت کے کئی ایسے لوگ ہیں

جو ہمت و استقلال کے ساتھ کام کرتے ہیں اور جنگ میں ایسے ایسے کارنامے کرتے ہیں کہ پڑھ کر حیرت آتی ہے۔

پہلے بھی ایک واقعہ مَیں سنا چکا ہوں اب پھر اخباروں میں ایک واقعہ شائع ہؤا ہے کہ ایک افسر سخت زخمی ہو گیا جہاں وہ پڑا تھا وہاں جرمن فوج کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس کا ایک ماتحت افسر تلاش میں نکلا کہ تا وہ ملے تو اسے لے آئے۔ اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر میں فون کیا کہ میں اس کی تلاش میں جانا چاہتا ہوں ایک لاری بھیج دی جائے۔ وہاں سے جواب آیا کہ ہم تمہیں ایسی خطرناک جگہ پر بھیج نہیں سکتے کیونکہ وہاں جانے میں ننانوے فیصدی گمان مارے جانے یا کم سے کم قید ہونے کا تھا۔ اس لئے اسے جواب دیا گیا کہ ہم حکم نہیں دیتے اپنی مرضی سے جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں اپنی مرضی سے جانا چاہتا ہوں تا اگر ممکن ہو تو اپنے افسر کو بچا کر لے آؤں۔ چنانچہ وہ لاری لے کر فوجی پہروں سے بچتا ہؤا وہاں پہنچا اسے تلاش کر کے لاری پر ڈال لیا۔ اور بھی دو چار زخمی مل گئے ان کو بھی اس نے ساتھ لے لیا اور بچ کر نکل آیا۔ اس کا ایسے حالات میں اس جگہ جانا جہاں دشمن کا قبضہ ہو چکا تھا گویا یقینی طور پر موت کے مُنہ میں جانے کے مترادف تھا اور یہ محض اتفاق تھا کہ بچ کر آ گیا مگر اس شخص نے اس قربانی کے لئے خود اپنے آپ کو پیش کیا۔

تو جنگ میں لوگ بڑی بڑی قربانیاں کر رہے ہیں اور ایسے ایسے خطرات میں اپنے آپ کو ڈالتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اور روزانہ بیسیوں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ مثالیں تو اپنوں کے لئے قربانی کی ہیں۔ غیروں کے لئے قربانی کی بھی شاندار مثالیں ملتی ہیں۔ حال ہی میں ایک واقعہ ہؤا ہے۔ ایک برطانوی جہاز جرمن قیدیوں کو لے کر جا رہا تھا کہ جرمنوں نے بے وقوفی سے اسے خود ہی غرق کر دیا۔ تارپیڈو بوٹ نے اس پر حملہ کیا اور وہ غرق ہو گیا۔ جن لوگوں کو کشتیوں پر جگہ مل سکی وہ تو سوار ہو گئے۔ جہاز میں جو لوگ سوار ہوں ان کے پاس ایسی پیٹیاں بھی ہوتی ہیں جسے باندھ کر آدمی دو دو دن پانی پر تیرتا رہتا ہے اور اس اثناء میں ممکن ہوتا ہے کہ کوئی جہاز اسے آکر اٹھا لے۔ جن لوگوں کو کشتیوں میں جگہ نہ ملے وہ یہ پیٹیاں پہن لیتے ہیں۔ اس جہاز کے ایک انگریز افسر نے دیکھا

کہ ایک جرمن قیدی ایسا ہے کہ نہ اسے کشتی میں جگہ ملی ہے اور نہ اس کے پاس پیٹی ہے۔ اس افسر نے اپنی پیٹی اسے دے دی اور خود جا کر کپتان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ جہاز غرق ہوا اور وہ بھی کپتان کے ساتھ غرق ہو گیا۔ گویا اس نے دشمن کی جان بچانے کے لئے اپنی جان دے دی۔

ہم ایسے واقعات کو آج اس لئے حیرت سے پڑھتے ہیں کہ اس زمانہ کے مسلمانوں میں ایمان کی وہ شان نہیں رہی جو پہلے زمانہ کے مسلمانوں کی تھی۔ اس لئے ان میں ایسی مثالیں نہیں ملتیں ورنہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ایسی ایسی شاندار مثالیں ملتی ہیں کہ یہ واقعات ان کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک جنگ میں مسلمانوں نے دشمن کو شکست دی سخت گرمی کا موسم تھا۔ مقابلہ بڑے معرکہ کا تھا۔ ایک ایک مسلمان کو دو دو سو کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اس لئے بعض مسلمان چور ہو کر گر گئے تھے۔ ایک شخص وہاں پہنچا اس نے ایک صحابیؓ کو دیکھا کہ زخمی پڑے تھے ان کے ہونٹ خشک ہیں اور اس سے پوچھا کہ کیا پانی ہے؟ اس کے پاس چھاگل تھی اس نے اس میں سے پانی لیا اور ان کو دیا وہ پینے لگے تو دیکھا کہ تھوڑے فاصلہ پر ایک اور مسلمان پڑا تھا۔ اس صحابی نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے اسے زیادہ پیاس ہے اس لئے پہلے اسے پلاؤ۔ وہ پانی لے کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے ایک اور کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے اس لئے پہلے اسے پلا دو اور اس طرح یہ سلسلہ دس آدمیوں تک پہنچا لیکن جب پانی والا دسویں آدمی کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ اس پر وہ لوٹا اور جس جس کے پاس پہنچا وہ فوت ہو چکا تھا۔ غور کرو یہ کتنی بڑی قربانی ہے۔ موت سامنے ہے، سانس رک رہا ہے اور شدید پیاس ہے مگر ہر ایک کی کوشش یہی ہے کہ پہلے میرا بھائی پانی پیئے تو مَیں پھر پیوں۔3 مگر آج مسلمانوں کی یہ حالت نہیں۔ ان کے پاس حکومت نہیں، نورِ ایمان نہیں، اس لئے ہمیں ایسی مثالیں کافروں میں سے دینی پڑتی ہیں اور یہ ہمارے لئے زیادہ غیرت کا موجب ہونی چاہئیں کہ جب کافر ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں تو ہمارے نوجوانوں کو تو اس سے بہت زیادہ شاندار

مثالیں پیش کرنی چاہئیں۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس بات کو ہمیشہ مد نظر رکھیں کہ تحریک جدید کے چندے طوعی ہیں اس لئے ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو پوری کوشش کرنی چاہیئے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اگر انہیں اس قربانی کی توفیق نہیں ملتی تو اس کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی پہلی قربانیوں کو بھی قبول نہیں کیا ورنہ آج ان سے سستی سرزد نہ ہوتی۔ سستی کے معنے ہی یہ ہیں کہ پہلے عمل ضائع ہو چکے۔ پس میں پھر توجہ دلاتا ہوں کہ دوست سستی اور غفلت کو ترک کر دیں کیونکہ اس سے ان کی پہلے سالوں کی قربانیاں بھی ضائع ہو جائیں گی۔ یہ تو زمانہ اس قسم کا ہے کہ انسان کے سامنے سے ایک منٹ کے لئے بھی موت اوجھل نہیں ہونی چاہیئے۔ میں ابھی لاہور سے آرہا ہوں وہاں ہوائی جہازوں کے لئے لوگوں میں چندہ کی تحریک کرنے کے لئے ہوائی جہازوں نے اشتہار پھینکے جن میں لکھا تھا کہ ممکن تھا اس اشتہار کی جگہ جو تم اٹھا رہے ہو بم گرتا جو جرمن یا روسیوں کا ہوتا۔ غور کرو اگر ایسا ہوتا تو تمہاری کیا حالت ہوتی۔ اس لئے اس وقت کی اہمیت کو پہچانیں اور جلد چندہ دیں تا اس سے ہوائی جہاز شہر کی حفاظت کے لئے خریدے جائیں۔ اب دنیا میں فاصلہ کا سوال بالکل مٹ چکا ہے۔ ہوائی جہاز دو دو تین تین ہزار میل پر جا کر حملہ کرتے ہیں اور پھر واپس آ جاتے ہیں اور دشمنوں کو ایسے مواقع حاصل ہیں کہ اگر چاہیں تو ہندوستان پر حملہ کر دیں۔ گو ابھی کیا نہیں مگر ہندوستان میں شدید خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ اُدھر چین میں اور جاپان میں جنگ شروع ہے۔ امریکہ الگ کھڑا رہا ہے اور یورپ میں تو جنگ ہو ہی رہی ہے۔ ہر طرف خطرات ہی خطرات ہیں اور خطرات بھی ایسے کہ بہادری سے ان کا مقابلہ کرنے کا کوئی موقع نہیں اور کوئی شخص سینہ تان کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ آئے کون میرے مقابلہ پر آتا ہے۔ ہوائی جہاز اوپر سے حملہ کرتے ہیں اور بعض اوقات نظر بھی نہیں آتے۔ وہ تیس تیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہے ہوتے ہیں۔ چیل نظر آتی ہے مگر جہاز نہیں۔ صرف بم گرتے ہیں اور جب موت اس قدر قریب ہو تو مومن اگر اپنی ذمہ داری کو نہ سمجھے تو بہت افسوس کا مقام ہے۔ پس میں احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ

وہ اپنے فرائض کو سمجھیں اور موقع کی نزاکت کے لحاظ سے قربانیوں میں تیز ہوں نہ کہ سست۔ جو لوگ ایسے نازک وقت میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتے ایسے سنگدل لوگ گو بظاہر جماعت میں شامل ہوں مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کا شمار مومنوں میں نہیں ہوتا اور کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ کا فضل بچائے۔ ایسے لوگ باوجود مومنوں کی جماعت میں شامل ہونے کے خدا تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تو بغداد میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ لوگ ان کے پاس گئے اور کہا کہ آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ بغداد کو ہلاکت سے بچائے۔ اس بزرگ نے کہا کہ میں کیا دعا کروں؟ میں جب بھی دعا کرنے لگتا ہوں مجھے فرشتوں کی یہ آوازیں آتی ہیں کہ یَا اَیُّھَا الْکُفَّارُ اُقْتُلُوا الْفُجَّارَ۔ یعنی اے کافرو! ان مسلمانوں کو جو بے دین ہو چکے اور دین سے بالکل غافل ہیں قتل کر دو۔ تو جب ایسے نازک اور خشّیت کے موقع پر بھی کوئی شخص دین کی خدمت سے غافل رہتا ہے اور قربانی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے باوجود کہ ان قربانیوں کے نتیجہ میں مرنے کے بعد اسے جنت ملے گی اور خدا تعالیٰ کے انعام اس پر ہوں گے تو وہ کس منہ سے ایمان کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ جنگ میں جو لوگ قربانیاں کرتے ہیں ان کو موت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت یا کسی انعام کی امید نہیں۔ کوئی جرمنی کے لئے قربانی کرتا ہے، کوئی فرانس کے لئے اور کوئی انگلستان کے لئے۔ لیکن جو بدقسمت خود وعدہ کرنے کے باوجود اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ سے انعامات کے وعدہ کے ہوتے ہوئے خدا تعالیٰ کے لئے قربانی میں تامل کرتا ہے وہ کس طرح امید کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا فضل اسے ڈھانپ لے گا؟ اللہ تعالیٰ بھی اسے کہے گا کہ تمہارے سامنے ایسے لوگ تھے جنہوں نے بغیر کسی انعام کے وعدہ کے محض دنیوی عزت اور چند روزہ آرام کے لئے قربانیاں کیں اور جانیں تک دے دیں مگر تم نے دین کے لئے قربانی نہ کی۔ پھر تم کس طرح امید رکھ سکتے ہو کہ میرے فضلوں کے وارث ہو؟ ہٹلر کس لئے لڑ رہا ہے؟ اس لئے کہ یورپ کو فتح کرے مگر یورپ دنیا کا کتنا حصہ ہے۔ وہ آبادی، پیداوار اور علاقہ ہر لحاظ سے ادنیٰ ہے۔ تمام قیمتی پیداواریں یا تو ایشیاء میں پیدا ہوتی ہیں یا امریکہ اور افریقہ میں۔ مگر اس ادنیٰ سے ملک پر

غلبہ کے لئے دیکھ لو جرمن کتنی قربانیاں کر رہے ہیں۔ مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن کی جنت سارے زمین و آسمان کے برابر ہو گی۔4 اور آج تک دنیا میں کوئی ایسا آدمی نہیں گزرا جس کی بڑی سے بڑی امنگ اور امید ادنیٰ مومن کے ہزارویں حصہ کے بھی برابر ہو اور انعامات کے اس قدر فرق کے باوجود اگر کوئی شخص قربانی سے دریغ کرتا ہے تو سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا دل نور ایمان سے بالکل خالی ہے۔" (الفضل 18 ستمبر 1940ء)

---

1 بنی اسرائیل: 21

2 مسلم کتاب التوبة باب دوام الذکر والفکر

3 الاستیعاب فی معرفة الصحابة جز 3 صفحہ 191 الطبعة الاولیٰ 1995ء مطبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان

4 مسلم کتاب الامارة باب ثبوت الجنة للشهید